عالمی اتحاد ویگانگت کے لئے مکالمہ بین المذاہب کا کردار
(تعلیمات نبوی کی روشنی میں)

Role of Interfaith dialogue for global Harmony in the light of the Prophetic Teachings

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری*

ڈاکٹر سید نعیم بخاری*

ABSTRACT

During these troubled times fallacious notions are being deliberately and repeatedly spread throughout the world by many biased, ill-informed and even mischievous persons regarding Islam and Holy Prophet Mohammad(SAW).Those writers have tried to damage the graceful and towering personality of Mohammad(SAW) in the eyes of the world. Thus, Islam is under the pressure of media, politicians, and even financial world donor institutions. The result of all this propaganda is that Muslims are considered a threat to Western way of life. Muslims are portrayed as fanatics, fundamentalists and terrorists.

This article presents the Islamic view about interfaith dialogue especially in the light of the Quranic verses and Hadith of Prophet (SAW). Certain events from the life of the Prophet (SAW) have also been quoted when the Prophet Muhammad (SAW) held interfaith dialogue with the rulers, envoys and other factions. These incidents include different strategies of the prophet (SAW) calling DAWA and preaching for interfaith dialogue. At the same time Prophet (SAW) presented Islam as a religion of harmony and peace.

***Key words*:** Dialogue, Interfaith, Harmony, Universal, Introduction of the Religions.

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو نجز، اسلام آباد

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

مکالمہ کا لغوی مفہوم:

مکالمے کے لیے عربی میں حوار کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ لغت میں حوار "حور" سے مشتق ہے۔ جس کا معنی رجوع کرنے کا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ ﴿اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ﴾ (۱) حوار کا معنی ہوا "مراجعة الكلام"(۲) بات کا بار بار دہرانا۔ انگریزی میں اس کے لیے Dialogue کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کا مفہوم:

عبد الرحیم بن صمایل السلمی نے مکالمے کی یہ تعریف بیان کی ہے۔

"الحوار مع اتباع الأديان الأخرى صحة هذا الدين وأنه ناسخ لكل الأديان السابقة وايضاح صحة نبوة محمد ﷺ ومحاسن الإسلام العظيمة وبيان ما هم عليه من الباطل المنحرف الدعوة إلى الله ورد الباطل بالادلة الصحيحة " (۳)

اس دین (اسلام) کے صحیح ہونے اور یہ بتانے کہ اسلام سابقہ ادیان کو منسوخ کرتا ہے اور محمد ﷺ کی نبوت کے درست ہونے اور اسلام کی عظیم خوبیاں بیان کرنا اور انہیں یہ بتانا کہ وہ باطل اور منحرف دین پر ہیں ان امور کے بارے میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے مکالمہ کرنا ہے۔

جدید معاصرین علماء نے مکالمہ کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔(۴)

مکالمہ بین المذاہب کی تنظیمیں:

۱ I.F.C (Interfaith Conference)

یہ دنیا کی پہلی تنظیم ہے جس نے مذاہب کے مابین مکالمے کا آغاز کیا ہے۔(۵)

۲ NCC J (The National Conference of Community and Justice)

جو ۱۹۲۷ء کو قائم ہوئی۔(۶)

۳ I.F.H (Inter Faith Habitat) (۷)

۴ I.R.L (Inter Religious Council) سوڈان کی بین المذاہب کونسل (۸)

اس کے علاوہ دنیا کے دیگر حصوں میں بین المذاہب عالمی اتحاد کے لیے مختلف تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔

مکالمہ بین المذاہب کی مختصر تاریخ:

مکالمہ بین المذاہب یہ ایک نئی اور مجمل اصطلاح ہے جو اپنے مقاصد اور اغراض کے حوالے سے مختلف اقسام میں تقسیم ہے۔ موجودہ صورت حال میں مکالمہ بین المذہب کی ابتداء مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہوئی اور نہ ہی اس کے اہداف و مقاصد اور نقشہ اسلامی ممالک میں تیار ہوا ہے بلکہ دنیا میں مذاہب کے درمیان رابطے کے لیے جتنی بھی کوششیں کی گئی ہیں ان کا آغاز مغربی ممالک یا غیر مسلم تنظیمیں کرتی ہیں، یہ مذاکرات عموماً غیر مسلم ممالک میں ہوتے ہیں جن میں مسلمان بھی شرکت کرتے ہیں۔

لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ اس وقت جو مکالمہ کے حوالے سے جو اسلامی ادارے قائم ہیں وہ منہج ربانی پر قائم نہیں ہیں۔ اور پھر ان میں ادلہ و براہین کے ذریعے حق کو بیان نہیں کیا جاتا اور جان بوجھ کر اس سے اعراض بھرتا جاتا ہے۔ اور مکالمہ سے مراد ان کے ہاں ان مشترک مسائل کا تبادلہ خیال کیا جاتا ہے۔ جو کہ عموماً ملکوں کے مابین مشترک دنیاوی مصالح حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے حالانکہ بنیادی طور پر ادیان کے مفہوم میں یہ داخل نہیں۔

مکالمہ کے آغاز کے بارے میں عرب سکالر شیخ عبد الرحیم رقمطراز ہیں۔

"تین دھائی قبل اس کی ابتداء ہوئی ہے۔ التقارب الاسلامی المسیحی کے نام سے اس کا آغاز ہوا پھر اس میں نرمی اور مہربانی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا نام الحوار الاسلامي المسيحي رکھا اور پھر مزید لچک دکھاتے ہوئے اس کا نام حوار الأديان یا حوار الأديان الإبراهيمية رکھا اور پھر عالمگیریت اور گلوبلائزیشن کی طرف دعوت دیتے ہوئے اس کے مفہوم میں مزید وسعت پیدا کرتے ہوئے اس کا نام حوارالحضارات رکھا تاکہ ہندو، بوذی اور تمام وثنی ملل اس میں داخل ہو سکیں"۔(۹)

اس میں شک نہیں کہ کفار (اہل کتاب یا غیر اہل کتاب) وہ مسلمانوں کے ماضی اور حاضر کے دشمن ہیں۔ آج وہ سائنسی، فنی، عسکری، اقتصادی اور ابلاغی ہر لحاظ سے فوقیت رکھتے ہیں کیا وجہ ہے کہ ان کے دینی و سیاسی شخصیات مکالمہ کی دعوت دے رہے ہیں آخر اس کا کیا راز ہے۔ اگر ہم گزشتہ صدی سے

بغور جائزہ لیں تو ہمیں اس کے بہت سے اسباب ملیں گے۔ جن کے سبب مغرب کو مسلمانوں کے ساتھ بات چیت کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس کے دو بنیادی اسباب ہیں۔

i اسلام کی مقبولیت:

۹/۱۱ کے بعد بہت سے غیر مسلم اسلام میں داخل ہونے لگے اور یہ سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔ فللہ الحمد۔ یہ چیز مغرب کے لیے پریشان کن تھی۔ چنانچہ انہوں نے حوار اور تقریب کی اصطلاحیں ایجاد کیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی مختلف مذاہب کے مابین جو اختلاف ہے وہ سطحی اور صورۃً ہے۔ تمام ادیان اللہ کی طرف سے ہیں۔ لہٰذا تبدیلی مذہب کا کوئی جواز نہیں ہے۔ غرضیکہ انہوں نے اسلام کے سامنے بند باندھنے کی بھرپور کوششیں کیں ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاء وَمَا اللّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴾ (۱۰) ان اہل کتاب سے کہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو کیوں روکتے ہو؟ اور اس میں عیب ٹٹولتے ہو حالانکہ تم خود شاہد ہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

ii عیسائی مشنری:

لوگوں کو عیسائی بنانے کا مشن عیسائیت میں ایک بڑا مقام رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انٹرنیشنل گرجا کونسل نے مکالمہ کو تنصیر کا ایک کارآمد اور مفید ذریعہ قرار دیا ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے براعظم افریقہ میں مسلمانوں کے ساتھ مکالمہ کے لیے بہت سے ادارے قائم کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَن تَرْضَى عَنكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللّهِ هُوَ الْهُدَى ﴾ (۱۱) آپ سے یہودی اور نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار اسباب ہیں مثلاً

i بے دین کمیونسٹ کی سرکشی کے سامنے بند باندھنا:

ii اسلامی ممالک پر اپنا تسلط قائم کرنا۔

iii مسلمانوں کو اقتصادی و سیاسی لحاظ سے مفلوج کرنا۔

iv اسلامی ممالک میں اپنی تہذیب و تمدن رائج کرنا۔

v مسلمانوں کی اجتماعیت کا خاتمہ کرنا۔

مکالمہ بین المذاہب کے شرعی دلائل:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام نہ صرف مکالمہ کی دعوت دیتا ہے بلکہ اس کی طرف ابھارتا ہے۔ کتاب و سنت میں بے شمار نصوص دلالت کرتی ہیں کہ اسلام میں مکالمہ کا موضوع بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن کریم میں بہت سارے مقامات میں تذکرہ ملتا ہے کہ انبیائے علیہم السلام نے اپنی اپنی قوموں کے ساتھ مکالمہ کیا۔ مثال کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مکالمہ یوں بیان ہوا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ قَالُواْ يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴾ (۱۲)

(قوم کے لوگوں نے) کہا اے نوح! تو نے ہم سے بحث کر لی اور خوب بحث کر لی اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو سچوں میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مکالمہ کے بارے میں ارشاد ہے۔

﴿ وَحَآجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلاَ أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلاَّ أَن يَشَاء رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلاَ تَتَذَكَّرُونَ ﴾ (۱۳) اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کر دی آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ کہ اس نے مجھے طریقہ بتلایا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا پروردگار ہی ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ طویل مکالمہ قرآن میں مختلف جگہوں پر مذکور ہے۔ (۱۴)

اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرشتوں کے ساتھ مکالمہ خود قرآن کریم میں ہے۔ جس سے دین اسلام میں اس کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿ وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُواْ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاء وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ ﴾ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے ہم تیری تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

مکالمہ بین المذاہب کے لیے شرعی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا ہے، یعنی حق کو بیان کرنا اور باطل کارد کرنا ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ (۱۶) اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔

مکالمہ کے موضوعات:

۱۔ خالص دنیاوی امور میں مباحثہ (مکالمہ) جسے مذاکرات کا نام دیا جا سکتا ہے اور یہ امور سیاست شرعیہ کے تابع ہوتے ہیں جو کہ صلح و معاہدہ اور دنیاوی معاملات کے احکام وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ ان امور کا ادیان، عقائد، عبادات اور مفاہیم سے کوئی دخل نہیں ہوتا دور حاضر میں ہم اسے بقائے باہم کا نام دے سکتے ہیں۔

۲۔ دینی امور میں مکالمہ، مثلاً عقائد (توحید، ایمان اور بعث (دوبارہ زندہ جی اٹھنے) وغیرہ) پر مباحثہ کرنا۔ اس قسم کی نسبت دینی امور یا مختلف ادیان کی طرف ہوتی ہے۔

اس بارے میں عصر حاضر کے محقق بیان کرتے ہیں:

"ان دونوں قسموں کے مابین اختلاف کرنا دراصل مکالمہ کے موضوع سے انحراف کرنے کے مترادف ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ سیاسی گفت و شنید کو دینی مذاکرات پر محمول ٹھہرایا جاتا ہے اور مکالمہ کنونشن میں دنیاوی و سیاسی معاملات زیر موضوع ہوتے ہیں جبکہ ان سے مکمل بے توجہی برتی جاتی ہے۔ اور دینی امور و معاملات زیر بحث ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان مذکرات کو مذاہب و ادیان کی طرف اس لیے

منسوب کرتے ہیں کہ ان میں حاضر ہونے والی شخصیات دینی ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے نہیں کہ ان میں پیش کردہ موضوعات ادیان سے متعلق ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کنونشن میں دینی سکالر سیاسی امور کا تبادلہ خیال کرتے ہیں پھر وہ اس پر حوار بین الادیان کا نام چسپاں کر دیتے ہیں"۔(۱۷)

مکالمہ بین المذاہب کے مراتب:

شارع حکیم نے اہل کتاب کے ساتھ خصوصاً اور دیگر مذاہب کے ساتھ عموماً چار مختلف طریقوں سے مکالمہ کیا ہے۔

ا۔ دعوت و تبلیغ:

شارع نے دعوت کے میدان میں خصوصاً ان موضوعات کو بنیاد بنایا ہے جو مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان مختلف فیہ سمجھے جاتے ہیں، جو کہ یہ ہیں۔

i توحید کی طرف دعوت اور شرک کا ابطال۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ (۱۸) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں۔

تمام رسل و انبیاء علیہم السلام کے بعثت کا مقصد یہی تھا۔

ii آنحضرت صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی رسالت پر ایمان لانے اور دین اسلام کو قبول کرنے کی دعوت۔ ارشاد ربانی ہے:﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ أَن تَقُولُواْ مَا جَاءنَا مِن بَشِيرٍ وَلاَ نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءكُم بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾ (۱۹)

اے اہل کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے۔ جو تمہارے لئے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی، برائی

سنانے والا آیا ہی نہیں، پس اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

iii غلو اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی شان میں ناحق بات کہنے کو ترک کرنے کی دعوت۔ ارشاد ہے۔ ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لاَ تَغْلُواْ فِي دِينِكُمْ وَلاَ تَقُولُواْ عَلَى اللّهِ إِلاَّ الْحَقِّ ﴾ (۲۰) اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ (۲) اور اللہ پر بجز حق کے کچھ نہ کہو۔

iv قرآن کریم پر ایمان لانے کی دعوت۔ قول باری تعالی ہے۔﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ آمِنُواْ بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم ﴾ (۲۱) اے اہل کتاب جو کچھ ہم نے نازل فرمایا جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اس پر ایمان لاؤ۔

اسلوب مکالمہ:

قرآن کریم نے دعوت کے میدان میں درج ذیل اسلوب اختیار کیے ہیں۔

I براہ راست دعوت توحید: ﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾

ii یاد دہانی ونصیحت کے ذریعے: ﴿ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُواْ نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴾ (۲۲) اے اولاد یعقوب میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

iii ترغیب وترہیب کے ذریعے: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُواْ التَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيهِم مِّن رَّبِّهِمْ لأكَلُواْ مِن فَوْقِهِمْ وَمِن تَحْتِ أَرْجُلِهِم ﴾ (۲۳) اور اگر یہ لوگ توراۃ وانجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے ان کے پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر سے اور نیچے سے روزیاں پاتے اور کھاتے۔

iv انکار اور رد کے ذریعے :﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّهِ وَأَنتُمْ تَشْهَدُونَ ﴾ (۲۴) اے اہل کتاب تم باوجود قائل ہونے کے پھر بھی دانستہ اللہ کی آیات کا کیوں کفر کر رہے ہو۔

مکالمہ کے وسائل:

آنحضرت ﷺ نے مکالمہ کے لیے درج ذیل وسائل کو استعمال کیا ہے۔

ا۔ دوسرے مذاہب کی مجالس، بازاروں اور ان کے گھروں میں تشریف لے جانا۔

۲۔ دار السلام میں آنے کی دعوت۔ ۳۔ دیگر مذاہب کے حکمرانوں اور رہبروں کی طرف خط و کتابت کرنا۔

۴۔ وفود کا ستقبال کرنا۔ ۵۔ جہاد و غزوات کے دوران دعوت دینا۔

۶۔ علما و رہنما کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنا۔ ۷۔ قرآن کریم کی تلاوت کر کے انہیں سنانا۔

۲۔ بحث و مباحثہ:

شارع نے بحث و مباحثہ کے ضمن میں دو امور کو مد نظر رکھا ہے۔

ا۔ حق پر دلیل و برہان کا قائم کرنا۔

۲۔ حق قبول کرنے سے روکنے والے شبہات پر صحیح طریقے سے رد کرنا۔﴿أدع الی سبیل ربكَ﴾ (۲۶)

۳۔ مباہلہ:

مباہلہ کہتے ہیں ایک دوسرے پر لعنت کرنا۔ ارشاد ہے۔﴿ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْاْ نَدْعُ أَبْنَاءنَا وَأَبْنَاءكُمْ وَنِسَاءنَا وَنِسَاءكُمْ وَأَنفُسَنَا وأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ﴾ (۲۷)اس لیے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آ جانے کے بعد بھی آپ سے اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں، پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

۴۔ اعلان براءت:

اگر پہلے تین طریقے کارآمد نہ ہوں تو ان سے قطع تعلقی اور اعلان براءت کر دیا جائے۔(۲۸)

ارشاد باری ہے۔﴿ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ اشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ (۲۹)

۲۔عالمی مذاہب کے درمیان مکالمے کی ضرورت:

اسلام پوری انسانیت کو اللہ تعالیٰ کا ایک کنبہ قرار دیتا ہے فرمان نبوی ہے۔

"الخلق كلهم عيال فأحب الخلق عند الله من أحسن إلىٰ عياله" (۳۰)

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے۔

اسلام انسان دوستی، احترام انسانیت، مذہبی رواداری امن و سلامتی کا دین ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ عصر حاضر میں تعصب و تنگ نظری، مذہبی منافرت، مذہبی و نسلی گروہ بندی کا دور دورہ ہے۔ اس لیے عالمی سطح پر مذہبی یگانگت، اعتدال پسند عالمی معاشرے کا قیام اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے بین المذاہب مکالمے کی جتنی ضرورت آج محسوس کی جارہی ہے۔ اتنی شاید پہلے کبھی نہ تھی۔

مسلم غیر مسلم مکالمہ کے حوالے سے عصر حاضر کے ایک محقق فرماتے ہیں:

"مسیحیوں اور مسلمانوں کو صرف خدا پر ایمان کی بنیاد پر ہی باہمی گفت وشنید کا آغاز کرنا چاہیے اور آپس میں ایمان کی بنیاد پر انسانی رشتہ قائم کرنا چاہیے اس طرح یہ رشتہ قائم کرنے کے بعد ہر مذہب سے پیدائشی تعلق رکھنے والا فرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بلا تمیز مذہب عام انسانی کے خراب حالات کو بہتر بنانے... اور بین الاقوامی سطح پر امن بحال کرنے کے لیے کام کرسکتے ہیں"(۳۱)

بین العقیدہ مکالمات آنحضرت ﷺ کی سیاست خارجہ کا بنیادی اصول رہا ہے داعی امن کے طرز عمل کے عکاس بے شمار واقعات میں سے سفر طائف، ہجرت حبشہ، ہجرت مدینہ وغیرہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ جب قرآن کریم نے ساتویں صدی میں یہ اعلان فرمایا۔﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ تو دراصل یہ سنجیدہ مکالمے کی دعوت تھی۔

صلح حدیبیہ کے بعد داعی اعظم ﷺ نے قیصر روم، کسریٰ، ایران، شاہ حبشہ، شہنشاہ عجم، عزیز مصر اور رؤسائے عرب کے نام دعوت اسلام کے لیے مکالمات کے خطوط ارسال فرمائے۔(۳۲)

موجودہ دور مکالمہ کا ہے گرم جنگ کا نہیں۔ نائن الیون کے بعد مختلف مذاہب کے پیروکار کے درمیان ہم آہنگی کے لیے مکالمہ کی اشد ضرورت ہے۔ اقوام عالم میں اسلام اور مسلمانوں کا درست تصور موجود نہیں مثبت مکالمہ وہ واحد ذریعہ ہے جو جھوٹے یک رخے تصورات کی اصلاح میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتا ہے بلکہ دنیا بھر میں مختلف مذاہب کے مابین جو دوطرف غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا واحد علاج مکالمہ ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے پوری دنیا کو دار الدعوۃ قرار دیا ہے۔ الغرض بین المذاہب عالمی اتحاد' یگانگت وہم آہنگی' رواداری' افہام وتفہیم' کائناتی امن عقیدہ توحید اور دیگر مشترک اقدار کی اساس پر مکالمے کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔ پس دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مثبت مکالمات کے ذریعے مذاہب کے درمیان فاصلوں کو کم اور کشیدگی کو ختم کیا جائے۔

بدامنی اور تصادم کا اصل سبب:

عصر حاضر میں عالمی افق پر بدامنی اور تصادم سے ہر انسان پریشان ہے۔ اس بدامنی اور عدم اتحاد کی وجوہات بہت گہری اور پیچیدہ ہیں۔ بظاہر اس تصادم اور عداوت کا سبب مذاہب عالم کے مابین یگانگت وہم آہنگی کے فقدان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ سولہویں صدی سے قبل مذہب کی بنیاد پر جنگیں ہوئیں، عیسائی اور مسلم طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف ۱۰۹۵ء سے ۱۲۹۱ء تک صلیبی جنگوں میں برسرپیکار رہیں۔ اس طرح پندرہویں صدی عیسوی میں عیسائی طاقتوں نے متحد ہو کر سپین سے مسلمانوں کو بے دخل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں نیشنلزم اور روشن خیالی کی تحریکوں کے بعد وہاں سے مذہب کو اجتماعی زندگی سے رخصت کر دیا ہے۔ الحاد، مادہ پرستی پر مبنی نیشنلزم کے نظریے نے یورپ کو ملک گیری کی ہوس میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہر قوم نے اپنی برتری کے زعم میں دوسری قوم پر غلبہ و استیلا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مغرب نے تسخیر فطرت اور سائنس وٹیکنالوجی کی مدد سے بیرونی دنیا کو اپنی مہم جوئی کا ہدف بنایا ۱۶۵۰ سے ۱۹۵۰ تک کے دور کو استعمار (Colonialism) سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ استعماری طاقتوں کا نصب العین کسی مذہب کی اشاعت یا کسی مذہب کی بیخ کنی نہ تھا بلکہ مادی خوشحالی ہے۔ روحانی اور معنوی قصہ پارینہ بن گئی ہیں۔ ان طاقتوں کو اس امر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ زیر

دست قوموں میں ان کے مذہب کی اشاعت ہو بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ سیاسی اور معاشی لحاظ سے ان کی حلیف رہیں اور عالمی سطح پر ان کے موقف کی بلاچوں وچرا حمایت کریں۔

"Islam at the Cross Roads" کا مصنف بیان کرتا ہے۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ میں اس وقت بھی ایسے اشخاص پائے جاتے جو دینی طرز پر سوچتے ہیں اور مذہبی احساس رکھتے ہیں اور اپنے عقائد کو اپنی تہذیب کی روح کے ساتھ منطبق کرنے میں امکانی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ مستثنٰی مثالیں ہیں۔ یورپ کا عام اور متوسط آدمی وہ جمہوری یا فاشستی، سرمایہ دار ہو یا اشتراکی، ہاتھ سے کام کرنے والا ہو یا دماغی محنت کرنے والا وہ ایک ہی مذہب جانتا ہے۔ وہ کیا؟ مادی ترقی کی پرستش اور یہ عقیدہ کہ اس زندگی کی غرض و غایت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کو زیادہ سے زیادہ آسان اور پر راحت اور آزاد اور بے قید بنائے۔ جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے انسانوں کی ایک ایسی قسم ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نیکی اور اخلاق نام ہے عملی فائدہ کا اس کے نزدیک معیار محض مادی کامیابی ہے"۔(۳۳)

اس سے واضح ہوتا ہے موجودہ بدامنی اور تصادم کے پیچھے کئی سیاسی اور معاشی مضمرات کارفرما ہیں۔

مذہب کا مفہوم:

مذہب کے لفظی معنی راستہ، طریقہ اور سونے سے ملمع شدہ شے کے ہیں۔(۳۴) انگریزی میں اس کے لیے Religion کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ لاطینی زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی امتناع، پابندی، عقیدہ اور عبادات کا نظام ہے۔(۳۵) اسلام نے مذہب کے لیے دین کی اصطلاح متعارف کرائی ہے جو ایک ہمہ گیر مفہوم و معنی کا حامل ہے اور ایک ابدی ضابطہ حیات ہے۔

امام راغب اصفہانی دین کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

"الطاعة والجزاء واستعير للشريعة والدين كالملة يقال اعتبارا بالطاعة والإنقياد للشريعة" (۳۶)

دین کے معنی اطاعت اور جزا کے ہیں اس کا اطلاق شریعت پر بھی ہوتا ہے دین اور ملت مترادف ہیں۔ شریعت پر اس کا اطلاق ان معنوں میں ہوتا ہے کہ شریعت کی اطاعت اور اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دینا اور خم کر دینا لازم ہے۔

علامہ جرجانی کے نزدیک:" دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ دستور حیات ہے جو آنحضرت ﷺ کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے"(۳۷)

بقول امام ابو حنیفہ لفظ دین کا اطلاق ایمان اسلام اور جملہ احکام شریعت پر ہوتا ہے۔(۳۸)

قرآن وحدیث میں اسلام اور دین کی اصطلاح بے شمار مقامات پر استعمال ہوتی ہے۔(۳۹)

فرید وجدی نے مذہب کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

"مذہب ان معقول خیالات و تصورات کے مجموعے کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتے میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدوں سے اس طرح بہرہ یاب ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے وہ ہدایت و راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ مذہب نوع انسانی کے لیے ایک ابدی ضابطہ حیات ہے"۔ (۴۰)

جبکہ مغربی مفکرین نے مذہب کی مختلف الفاظ میں تعریف بیان کی ہے۔

ای بی ٹیلر(E.B. Taylor)کے مطابق:

"Religion means the belief in spiritual beings"(۴۱)

مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے۔

مشہور ماہر نفسیات پروفیسر جیمز ایچ لیوبا(James H. Lube)کے مطابق:

"مذہب اس احساس کا نام ہے جو کسی مقدس بالاتر اور ان دیکھی ذات کا وجود انسان کے قلب و دماغ پر پیدا کرتا ہے"(۴۲)

مذہب ایک فطری اور ناگزیر ضرورت:

مذاہب عالم کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد جو تاریخی حقیقت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ مذہب انسان کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں کوئی معاشرہ، کوئی تمدن اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری جو مذہب سے کلیتہ بے نیاز رہی ہو۔ انسانی تاریخ در اصل مذہب کی تاریخ ہے۔ انسان فطری طور پر مذہبی ہے اس لیے وہ ہمیشہ عقائد و تصورات سے وابستہ رہا ہے اگرچہ مذہبی عقائد میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ قرآن کریم کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ مذہب ایک فطری اور ناگزیر ضرورت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔﴿ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴾ (۴۳)

پس اپنا چہرا دین حنیف کی طرف سیدھا کر لو یہ وہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا۔

دین حنیف (دین اسلام) کو اللہ کی فطرت قرار دیا گیا ہے۔ اور پھر مذہب کے فطری اور ناگزیر ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر نسل میں مذہب ایک مشترک امر ہے۔

ارشاد ربانی﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾ (۴۴)

معلوم ہوا کہ مذہب ایک فطری ضرورت ہے۔ کیونکہ ساری دنیا کا کسی موہوم اور باطل شے پر جمع ہونا خلاف عقل ہے۔ اس لیے مغربی مفکر پلوٹارک کہتا ہے "کسی انسان نے ایسی بستی نہیں دیکھی جس میں مذہب نہ ہو" (۴۵)

بقول ڈاکٹر حمید اللہ "کوئی ہستی ضرور ہے جس نے اسباب و علل کی یہ کائنات تخلیق کی اس حقیقت کے باوجود کہ انسان اسے دیکھ نہیں سکتا مگر اسے واجب الوجود تسلیم کرنے پر مجبور ہے"۔(۴۶)

انسانی تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مذہب کو ترک کر کے انسان نہ صرف یہ کہ اخلاقی حیثیت سے برباد ہو جاتا ہے بلکہ مادی وسائل کے استعمال میں بھی وہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتا جو فلاح و خوشحالی کے لیے ضروری ہے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال اسی حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزر گاہوں کا   اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا (۴۷)

دنیا کے موجودہ مذاہب اور ان کی درجہ بندی:

عہد حاضر کے مذاہب کا تعین اور ان کا حاطہ کرنا ایک مشکل امر ہے تاہم تقابل مذاہب کے ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس وقت اگر دنیا میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں مذاہب کے متبعین ضرور موجود ہیں ان میں سے کچھ مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے اور کچھ کی سو دو سو تک۔ (۴۸) اہم عالمی مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق یوں ہے۔ عیسائیت ۲ء۱ بلین، اسلام ۱ء۳ ، سیکولر / غیر مذہبی ۱ء۱ بلین، ہندوازم ۹۰۰ بلین، چائنیز ۳۹۴ ملین، بدھ ازم ۳۷۶ ملین، سکھ ازم ۲۳ ملین، جیوچ ۱۹ ملین، اسپرٹ ازم ۱۵ ملین، یہودیت ۱۴ ملین، بھائیزے ملین، جین ازم ۴ء۲ ملین، شنٹوازم ۴ ملین، زرتشت ازم ۲ء۶ ملین۔ (۴۹)

مذاہب عالم کی تقسیم

مذاہب عالم کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول: سامی مذاہب (الہامی مذاہب): جو سامیوں میں ظہور پذیر ہوئے۔ انجیل کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام سام تھا اور ان کی نسلیں سامی کہلائیں۔ چنانچہ سامی مذاہب وہ ہیں جو یہودیوں، عربوں اور آشوریوں وغیرہ میں پروان چڑھے ہیں یعنی یہودیت، عیسائیت اور اسلام اہم سامی مذاہب ہیں۔ (۵۰)

دوئم: غیر الہامی مذاہب: انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

الف۔ آریائی مذاہب

ب۔ غیر آریائی (منگولی) مذاہب

آریائی مذاہب: یہ وہ مذاہب ہیں جن کی ابتداء آریائی قوم میں۔ قبل مسیح ۲۰۰۰ء تا ۱۵۰۰ء تک ہوئی ایران سے لے کر شمالی ہندوستان تک پھیل گئے ان مذاہب کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

اول: ویدک مذہب جسے عموماً ہندو مت اور برہمنیت کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

دوئم: غیر ویدک جن میں سکھ مت، بدھ مت اور جین ازم شامل ہیں۔

غیر آریائی مذاہب: ان مذاہب کی ابتداء مختلف جگہوں پر ہوئی ہے۔ ان میں کنفیوشی مت، تائو مت، اسلاف پرستی اور شنٹو مت وغیرہ شامل ہیں، یہ تمام مذاہب آریائی مذاہب کی طرح بت پرستی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ دراصل یہ مذاہب ایک مشترکہ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جن کا منتظم خاندانِ کنفوشی مت ہے اور جس کا مرشد (روحانی گرو) تائو مت ہے۔(۵۱)

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور:

سائنسی ایجادات نے فاصلوں کو سمیٹ ڈالا ہے۔ چنانچہ اب اقوام عالم ایک دوسرے سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے اس لیے اب اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ وہ مل جل کر رہیں۔ نسلی، لونی اور لسانی اختلاف کی طرف مذہبی اختلاف کو بھی قدرتی اور تکوینی امر سمجھتے ہوئے اسے برداشت کریں اور اقوام عالم کے تمام مذاہب کے مابین مشترکہ نکات تلاش کر کے ان پر جمع ہونے کی کوشش کریں تو تب ہی وہ اس جدید گلوبل ولیج (Global Village) میں آپس میں امن و آشتی سے رہ سکتے ہیں۔

مذاہب کے مابین اتحاد و ہم اہنگی کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ تمام مذاہب والے اپنے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر ایک نئے عالمی مذہب پر متفق ہو جائیں جو کہ تمام مذاہب کا مصنوعی ملغوبہ (Artificial Mixture) ہو۔ جیسا کہ بعض دانشوروں کا خیال ہے بلکہ اس سے صرف یہ مراد ہو سکتا ہے کہ مذاہب کے پیروکار مشترکہ مقاصد کے حصول کے لئے باہم تعاون اور رواداری کا مظاہرہ کریں، لیکن اگر اس رواداری کا مطلب مذاہب کی تعلیمات کا اتحاد کر کے کوئی نیا گلوبل ریجن (Global Religion) بتانا مقصود ہے تو ایسا کرنا ہرگز درست نہیں کیونکہ اگر اسلام ﴿ لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾ (۵۲) کے نقطہ نظر کا حامل ہے تو اس کے پاس ﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾ (۵۳) کی تعلیم بھی موجود ہے۔

جب ہم انبیاء علیہم السلام کے احوال کا مطالعہ کرتے ہیں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی قوم کو کس طرح اللہ کی طرف دعوت دی اور حق کو بیان فرمایا اور ساتھ ساتھ باطل کا کھوج لگایا اور دنیا و آخرت میں اس کے نقصانات کو واضح کیا اور کوئی ایک بھی دلیل نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ

انہوں نے مختلف ادیان و مذاہب کے ساتھ ہم آہنگی اور تقرب کی کوشش کی ہو یا پھر مشترک مسائل میں ان کے ساتھ کام کیا ہو اور اختلافی نقاط میں ان سے اتفاق کیا ہو خصوصاً عقائد و نظریات کے باب میں جس طرح کہ آج کل کانفرنسز کے اندر کیا جاتا ہے بلکہ مشرکوں کی طرف سے مذہبی آہنگی کی کوشش کی گئی جس طرح کہ کفار قریش نے آپ سے فرمایا تھا "يا محمد هلم فاتبع ديننا ونتبع دينكَ ونشرككَ في أمرنا كله، تعبد ألهتنا سنة ونعبد إلهكَ سنة فقال معاذ الله أن أُشركَ به غيره قالوا فاستلم بعض ألهتنا نصدقكَ ونعبد إلهكَ"(۵۴)

اگر ہم تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کفار نے دعوت اسلام کو روکنے کے لیے ہر ہتھکنڈہ استعمال کیا لیکن وہ اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوئے چنانچہ وہ سودے بازی پر اتر آئے انہوں نے اسلام اور جاہلیت کے درمیان کوئی تیسر اراستہ اختیار کرنے کی تجویز دی یعنی کچھ دو اور کچھ لو۔ لیکن رب العالمین نے اسے رد کر دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔﴿ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ﴾ (۵۵)وہ چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

ایسے ہی سودے بازی کی پیشکش کے ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں اپنے مشن سے دستبر دار نہیں ہو سکتا"(۵۶)

واضح رہے کہ اسلام نے وحدت دین کا تصور پیش کیا ہے نہ کہ وحدت ادیان کا دونوں میں بعد المشرقین فرق ہے وحدت ادیان کی نہ صرف اسلام بلکہ دیگر مذاہب میں بھی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن کریم سب سے پہلی کتاب ہے جس نے مفاہمت بین المذاہب کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کی تعلیمات احترام مذاہب پر مبنی ہیں نہ کہ اتحاد مذاہب پر۔

اس بات کی ترجمانی کرتے ہوئے علامہ وحید الدین نے کیا خوب فرمایا:

"ہر مذہب قابل احترام ہے نہ یہ کہ ہر مذہب سچا ہے یہ جملہ مبالغہ آمیز بھی ہے اور مغالطہ آمیز بھی نیز منطقی اور اصولی اعتبار سے غلط بھی، مذہبی اتحاد کا واحد قابل عمل فارمولا باہمی احترام ہے۔

ٹھیک اسی طرح جیسے ایک شخص ایک خاتون کو دل سے اپنی ماں سمجھتا ہے اس کے ساتھ وہ دوسری خواتین کا پورا احترام کرتا ہے بغیر اس کے کہ اس نے یہ اعلان کیا ہو کہ دوسری خواتین بھی میری حقیقی مائیں ہیں" (۵۷)

لیکن یہ حقیقت ہے نیا گلوبل ریلجن کی صورت میں رواداری نہیں بلکہ فتنہ داری ہو گا۔ جس کا آغاز برصغیر میں اکبر کے دین الٰہی سے ہوا ہے۔(۵۸) اکبر کے بعد اس گمراہی کو ایک بڑا اسہارا دارا شکوہ کی صورت میں میسر آیا جس نے ایک کتاب "مجمع البحرین" کے نام سے مرتب کی۔(۵۹) پھر یہی تصور "گیتا ہندوستان کا قرآن ہے اور قرآن عرب کی گیتا ہے" (۵۰) کے روپ میں نمودار ہوا۔ اور پھر اس فتنہ داری "ہندو و مسلم اتحاد" کے نام سے معاشرتی و تہذیبی علامت قرار پایا اور اسلام علیکم کی بجائے نمستے اور وعلیکم نمستے کی تراکیب کو مستحسن قرار دیا گیا۔

غرضیکہ یہ سوچ تاریخی دھارے کے سنگ سفر کرتی رہی اور ہر دور کے روشن خیال حضرات اس سے متاثر ہوتے رہے۔

بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کی ضرورت و اہمیت:

عصر حاضر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کا دور ہے۔ مادی ترقیات نے انسانیت زندگیوں کو ان گنت تغیرات سے دوچار کر دیا ہے۔ ایسے عالم میں مادیت پرستی نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور روحانی اقدار و اخلاقیات مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ انسانی زندگی کا معیار دولت و ثروت اور اختیارات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ ان سب کے باوجود انسان بے اطمینان اور بے چین نظر آتا ہے۔ مال و دولت اور جاہ و حشمت کی دوڑ نے امن عالم کا شیرازہ بکھیر دیا ہے۔

اس طرح کی صورت حال خصوصاً ان ممالک اور اقوام میں زیادہ ہے جو ترقی یافتہ کہلاتے ہیں۔ تیسری دنیا جو غربت و افلاس اور طبقاتی استحصالی نظاموں میں جکڑی ہوئی ہے۔ وہاں بھی یہی کیفیت ہے لیکن اس کے اسباب مختلف ہیں اب مذاہب خصوصاً ادیان ثلاثہ اگر باہم مل کر کل انسانیت کو اس گرداب سے نہیں نکالیں گے تو کوئی اس کا حل نہیں۔ مذہب ہی وہ واحد قوت ہے جو اس کا حقیقی معنوں میں سدباب

کر سکتی ہے لیکن اگر مذاہب ہی آپس میں ایک دوسرے کے دست و گریبان ہوں تو معاشرے کی بقاو ارتقاء کی جنگ کیسے جیتی جا سکتی ہے۔ تمام مذاہب کو اپنی متحدہ کوششوں کے ذریعے خطہ ارض کو امن کا گہوارہ بنانا چاہیے اور تیسری عالمگیر جنگ کا راستہ روکنا چاہیے۔

اسلام میں بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت کا تصور:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو پوری انسانیت کا مذہب ہے وہ کسی خاص علاقے، نسل یا قوم کے لیے پیغام ہدایت لے کر نہیں آیا بلکہ اس کا خطاب تمام انسانوں اور ان کے تمام طبقات سے ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾ (٦١) اے پیغمبر کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

جس دین کا خطاب دنیا کے تمام انسانوں اور ان کے تمام طبقات سے ہو جو اس حیثیت سے سامنے آئے کہ وہ سارے عالم کی فلاح کا ضامن ہو وہ کسی طبقہ، مذہب سے نفرت اور عداوت کا سبق نہیں دے سکتا کیونکہ ورنہ اس کا خطاب محدود ہو کر رہ جائے گا۔ مسلمان تو انسانیت کے اس حصے کو کہتے ہیں جو اس کی دعوت کو قبول کر لیتا ہے۔ یہ کسی گروہ، نسل یا خاندان قبیلے یا قوم کا نام نہیں یہ پیغام تو سب کے لیے ہے اسے کوئی اختیار کر سکتا ہے اور اس عالمگیر برادری کا حصہ بن سکتا ہے جس میں شمولیت کے لیے نہ کسی زبان کی قید ہے نہ علاقے اور نہ رنگ و نسل کی شرط صرف یہ ہے کہ ((قولوا لا إله إلا الله تفلحوا العرب والعجم)) (٦٢)۔ اے لوگوں لا إله إلا الله کا اقرار کرو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے۔

بین المذاہب عالمی اتحاد کے لیے بنیادیں:

ا۔ وحدت الہ (توحید)

قرآن کریم میں مسلمانوں اور اہل کتاب کے مابین جو بات مشترک بتائی ہے اور جو ان کے مابین وجہ اتحاد و یکجہتی پیدا کر سکتی ہے۔ وہ وحدت الہ ہے۔ توحید سب سے بڑی بنیاد ہے جس پر اقوام عالم اور مختلف مذاہب کے پیروکار کو یکجا کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاء بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلاَّ نَعْبُدَ إِلاَّ اللّهَ ﴾

تمام مفسرین و سیرت نگار اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی تاہم اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ اہل کتاب کے کسی طبقے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ امام ابن جریر طبری(۶۳)، امام فخر الدین رازی(۶۴)، امام جلال الدین سیوطی(۶۵)، علامہ آلوسی(۶۶)، امام شوکانی (۶۷)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۶۸)، سید مودودی(۶۹)، مفتی محمد شفیع(۷۰) ڈاکٹر وہبہ الزحیلی (۷۱) کی رائے کے مطابق اس آیت میں الہامی تعلیمات کے پیرو اہل کتاب یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب ہے۔

اگرچہ یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے تاہم آیت کا عمومی مفہوم تمام مذاہب عالم کو شامل ہے کیونکہ توحید تمام انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کرتا ہے اور ایک ہی خدا کے بندے ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ علامہ شوکانی نے اس طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وهو ظاهر النظم القرآني ولا وجه لتخصيصه بالبعض لأن هذه دعوة عامة لا تخصيص بأولئك الذين حاجوا برسول الله ﷺ " (۷۲)

نظم قرآنی کی رو سے اگرچہ آیت کے مخاطبین اہل کتاب ہیں تاہم اس حکم کو کسی ایک کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ یہ(توحید) عمومی دعوت ہے صرف ان ہی لوگوں کے ساتھ جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے مجادلہ کیا، خاص کرنا کچھ معنی نہیں رکھتا ہے۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں"هذا الخطاب يعم أهل الكتاب من اليهود والنصارى ومن جرى مجراهم" (۷۳)

اور یہ خطاب براہ راست اگرچہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو ہے مگر مفہوم میں وہ تمام مذاہب شامل ہیں جو انہی مذاہب جیسے احکام رکھتے ہیں۔

نامور عرب محقق ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اس آیت کریمہ کی روشنی میں لکھتے ہیں۔

"وهذه الأية هى جوهر رسائل النبیﷺ وكتبه إلى ملوک و أمراء العالم من أهل الكتاب وغيرهم" (۷۴)

یہ آیت کریمہ آنحضرت ﷺ کے رسائل و خطوط وغیرہ کا جوہر اور لب لباب تھی جو آپ نے اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کے مختلف بادشاہوں اور دنیا کے فرمانرواؤں کی طرف ارسال کیے تھے۔

مطلب یہ ہوا کہ یہود و نصاریٰ دونوں کو خصوصیت کے ساتھ اس بنا پر خطاب فرمایا گیا ہے کہ دونوں ہی توحید کا دعویٰ رکھے ہیں سو جب ہم اور تم دونوں ہی اس بنیادی نکتے پر متفق ہیں تو اسی پر قائم رہتے ہوئے آئو ہم اپنے تعلقات استوار کرتے ہیں شرط یہی ہے کہ توحید خالص کو مان لو اور شرک اور اس کی تمام اقسام سے مکمل اجتناب کر لو یہ اسلام کی پہلی دعوت نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام یہی دعوتِ توحید دیتے چلے آرہے ہیں﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴾ (۷۵)

تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

الغرض آیت کریمہ غیر مسلم برادری، مذاہب عالم اور بین المذاہب یگانگت پر امن بقائے باہم، اسلامی رواداری، دعوت دین کے حوالے سے عقیدہ و مذہب کی آزادی کے اصول کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

پروفیسر خورشید تحریر کرتے ہیں: "اس وقت اقوام میں افراتفری کا عالم یہ ہے کہ نہ ان میں خدا مشترک ہے نہ آدم، ہر قوم کا خدا الگ ہے، اس کی نسل الگ ہے۔ اس کی شہرت جدا ہے، اس کے معتقدات اور اخلاف جدا ہیں اور ہر قوم اس علیحدگی کو نہ صرف قائم رکھنا چاہتی ہے بلکہ اس کو بالجبر مسلط بھی کرنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک دماغوں میں یہ گرہ موجود ہے ان قوموں میں اتحاد کے لیے کوئی مشترک رشتہ موجود نہیں۔ مشترک رشتہ صرف ایک ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ سب ایک ہی خدا کو مانیں اس کے اتارے ہوئے قانون کو سب اپنے لئے شریعت بنائیں اور ایک ہی آدم کے مشترک گھرانے کا اپنے آپ کو فرد سمجھیں۔ اس اساس پر بلا شبہ ایک عالمگیر سیاسی تنظیم کی عمارت قائم ہو سکتی ہے اور دنیا کی

مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا جتنی تدبیریں بھی اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کی جائیں گی وہ رشتے میں ایک اور گرہ کا اضافہ کریں گی اور کسی مشکل کو حل نہیں کر سکیں گی"۔(٦٧)

۲۔ وحدت الہامی ہدایت

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کو ہدایت کی منزل تک پہنچانے کے لیے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا ان بابرکت ہستیوں نے ہر نازک موڑ پر انسانیت کو سنبھالا دیا اور کاروان انسانیت کو ابدی اور حقیقی رفعتوں کی طرف گامزن کیا۔ نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کے مقاصد بعثت کا اگر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ظلم و جبر اور استحصال پر مبنی رائج الوقت ہر باطل نظام کو بدلنے کی باقاعدہ جدوجہد کی اور اپنی قوم کو عالمی اتحاد و یگانگت کے تناظر میں ایک مکمل نظام فکر اور کامل دستور زندگی دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیائے کرام میں نہایت برگزیدہ ہستی ہیں اور آپ کی شخصیت جامعیت اور ہمہ گیریت کے اعتبار سے اعلیٰ اوصاف کی حامل ہے۔ عصر حاضر میں موجود الہامی مذاہب بالخصوص اسلام کے بیشتر شعار اور عبادات آپ ہی سے منسوب ہیں آپ کے مقصد بعثت میں توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان بنیادی اہمیت کے حامل تھے ان مقاصد کو اگر قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت نوح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کے مقاصد بعثت میں تسلسل اور لائحہ عمل میں مطابقت واضح ہو جاتی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔﴿ شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ﴾ (٧٧) تمہارے لیے وہی دین مقرر فرمایا ہے جس کا حکم نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کی طرف سے وحی کیا اور اس کا حکم ہم نے ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ دین کو قائم رکھیں اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

غرضیکہ انبیاء کرام اساسی طور پر حیات انسانیت کو کلیۃً ایک ایسے نظام کے تحت لانے کے لیے مبعوث ہوتے رہے ہیں جو نہ صرف عقائد پر محیط ہوں بلکہ سماجی و معاشرتی نظام کا آئینہ دار تھا۔ یہ جامع

جد و جہد حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی میں اپنے نقطہ کمال پر نظر آتی ہے حیات انسانی کے لیے عالمی نظام فکر و عمل آپ ﷺ کے ذریعہ نہ صرف تکمیل پذیر ہوا بلکہ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ نے جو راستہ اختیار فرمایا وہ اپنی نتیجہ خیزی کے اعتبار سے مذاہب عالم کے لیے نشان ہدایت اور راہنما بن گیا۔

۳۔ وحدت انسانیت

تعلیمات اسلام نے توحید الٰہی کے ساتھ وحدت انسانیت، وحدت فطرت اور وحدت حیات کا تصور دیا ہے کائنات کے ذرے سے لے کر حضرت انسان تک زندگی کے تمام مظاہر کی حقیقت ایک ہے کائنات کی تمام اشیاء آپس میں مربوط اور منظم ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيَ أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴾ (۷۸) اور وہی ذات ہے جس نے تمہیں نفس وحدہ سے پیدا کیا۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ مَّا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ﴾ (۷۹) تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد زندہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا، بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

تمام انسانوں کا اصل ایک ہے ان کی ابتدا اور انتہا ایک ہے مرور زمانہ کے ساتھ انسان کرہ ارض کے مختلف براعظموں میں پھیل گئے اور مختلف نسلوں اور قبیلوں میں بٹ گئے ان کا رنگ و روپ، زبان اور طرز بود و باش مختلف ہوتے گئے۔ یہ تنوع اور اختلاف خالق حقیقی کے جمال و جلال اور اس کی شانِ ربوبیت کا مظہر ہے۔ ہر فرد بحیثیت انسان بلا تمیز رنگ و نسل اور مذہب و علاقہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور ہر انسان خلیفہ اللہ ہونے کی حیثیت سے دوسرے انسان کے برابر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور ان کے ذریعے نسلِ انسانی پر واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کو رسل و انبیاء کے توسط سے ہدایت ملتی رہے گی۔

ارشاد ربانی ہے:﴿ قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ (۸۰) ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ، جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف و غم نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے ہی توحید الٰہی، آخرت اور خدائی ہدایت کے تصورات چلے آرہے ہیں ان کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو انہی تصورات پر مبنی پیغام یاد دلایا ہے۔

۴۔ شرف انسانیت کا تحفظ و بحالی

اسلام شرف انسانیت کا تحفظ اور بحالی کا درس دیتا ہے۔ اس کے نزدیک اس کائنات رنگ و بو کی حسین اور افضل ترین مخلوق انسان ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ ﴾ (۸۱) یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی۔ اور ایک اور جگہ فرمایا: ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (۸۲) یقیناً ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔

لیکن عصر حاضر شرف انسانیت کے بجائے شرف مادیت کا دور ہے۔ بقول ابوالحسن علی ندوی

"آج دنیا کی ساری حکومتیں اور ریاستیں اس محور پر گھوم رہی ہیں کہ خواہشات کی تسکین کی جائے۔ خواہشات کا الائو جل رہا ہے اور اس میں ہر قوم ایندھن ڈالتی چلی جارہی ہے۔ اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں اور قوموں اور ملکوں کی طرف لپک رہے ہیں۔ آج ﴿وقودهاالناس والحجارة﴾ کا منظر نظر آرہاہے"۔(۸۳)

وقت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ پانڈا کی پتلونیں اور جرابیں تیار کی جاتی ہیں۔ کبوتروں کی مٹی ہوئی نسل کے لیے آدم زاد پریشان ہے۔ جانوروں کی عیاشی پر لاکھوں پونڈ رقم لوٹائی جاتی ہے، جانوروں کے حقوق سونے کی سیاہی سے لکھے جاتے ہیں اور چاندی کی عینک سے پڑھے جاتے ہیں۔ لیکن شرف انسانیت کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے کسی کے لب سے آہ تک نہیں نکلتی۔ عراق کی ابو غریب جیل، گوانتاناموبے جزیرہ اور افغانستان و عراق کے کوہ و جبل اس پر شاہد عدل ہیں۔

۵۔ دیگر مذاہب کے وجود کو تسلیم کرنا

بالعموم دنیا میں ہر مذہب اور نظریہ کے حاملین کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے مذہب اور نظریہ کے علاوہ دیگر مذاہب و نظریات کا خاتمہ ہو جائے صرف اسی کا مذہب باقی رہے اور دنیا کے دیگر مذاہب پر وہ غالب آجائے۔ اس خواہش اور کوشش میں عدم برداشت اور تشدد کا عنصر بھی جنم لیتا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ رقمطراز ہیں۔

"آغاز اسلام کے وقت مذہبی تعصب اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر مذہب اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹا اور نجات کے لیے قطعاً ناموافق سمجھتا تھا یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ بھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرضی اور ہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی"(۸۴)

عصر حاضر میں ہم عیسائی دنیا کا مذہبی تعصب پر مبنی توہین آمیز کردار اور عدم رواداری کی جھلک ان کے نامور دانشوروں کی تحریروں میں دیکھی جا سکتی ہے جس سے ان کی مذہبی رواداری اور سیکولرازم کے مبنی پر فریب نعروں کی حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے۔ یہ صرف ایک دعویٰ ہی نہیں بلکہ مغرب کے نامور مستشرق منٹگمری (Montgomery) اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے۔

" مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطی کے جنگلی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے تقریباً آٹھویں صدی عیسویں سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنے عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی حلقہ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا"۔ (۸۵)

مگر اسلام دیگر مذاہب کے وجود کو تسلیم کرتا ہے ارشاد باری:

﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾ تمھارا دین تمہارے لیے اور میرے لیے میرا دین۔

یہ میثاق صاف، واضح اور غیر مشکوک الفاظ میں کفار اور مشرکوں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اپنی روایات، معاملات اور نظریات پر قائم رہیں۔ مگر صد افسوس لکم دینکم ولی دین پر مشتمل الفاظ رواداری، وسعت، مذہبی ہم آہنگی کا ایسا چارٹر ہے جس پر دنیا کی کسی قوم کا عمل نہیں۔

۶۔ مذہب کے اختیار میں آزادی

اسلام نے انسان کو غور و فکر کرنے کی تلقین کی ہے اور دونوں راستوں کی نشاندہی کر دی ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔﴿ إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ﴾ (۸۶) بے شک ہم نے انسانوں کو راستہ دکھا دیا ہے اب وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا۔

اسلام بزور و جبر و اکراہ اپنے عقیدہ اور فکر کا پابند بنانا نہیں چاہتا نہ وہ طاقت و اختیار کے ذریعے غالب آنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ فطرت کے ہی خلاف ہے۔ ارشاد ہے۔ ﴿ لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ﴾ دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔ اسلام ایک دعوتی اور تبلیغی دین ہے جبر و اکراہ اس کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر فرد کو اپنا تابع فرمان بنائے رکھتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے انبیاء کے ذریعے حق اور باطل کو واضح کیا یہ وہ زبردست مصلحت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں جبر نہیں رکھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔﴿ وَلَوْ شَاء رَبُّكَ لآمَنَ مَن فِي الأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُواْ مُؤْمِنِينَ ﴾ (۸۷) اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ مومن ہو جائیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ فرماتے ہیں۔ "قرآن کریم میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کامل داخل خود مختاری دے دی جائے حتیٰ کہ انہیں نہ صرف عقائد کی آزادی حاصل ہو بلکہ وہ اپنی عبادات اپنے مذہبی طریقے پر کر سکیں بلکہ اپنے ہی قانون اپنے ہی ججوں کے ذریعے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کروائیں اس حوالے سے کامل داخلی خود مختاری کا قرآن کریم کی کئی آیات میں ذکر ہے جن میں سے ایک آیت بہت ہی واضح ہے"۔﴿ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فِيهِ ﴾ (۸۸) یعنی انجیل والوں کو چاہیے کہ اس کے مطابق احکام دیا کریں جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے۔ (۸۹)

۷۔ احترام بین المذاہب

اسلام غیر مسلموں کے ساتھ کسی طرح زیادتی کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ باطل معبودوں کو بھی برا بھلا کہنے سے منع کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ اس بات پر شاھد ہے کہ قرآنی تعلیم ﴿ وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ (۹۰) اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ جاہلانہ ضد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ کو اس کے پیروکاروں نے ہمیشہ یاد رکھا نہ دوسرے مذاہب کی بے حرمتی کی اور نہ ہی کبھی دعوت اسلام بزور تلوار دی بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک کو مد نظر رکھا اسلام ﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾(۹۱) تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کر دی۔ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر مذہب کا احترام کرتا ہے۔

۸۔ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کا احترام کرنا

اسلام جس نظام حیات کا داعی ہے اس میں نہ صرف دیگر ادیان و مذاہب کو مکمل آزادی دیتا ہے بلکہ سیاسی نظام اور معاشرتی ماحول میں ان کی حفاظت کا احترام بھی کرتا ہے اور دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کا احترام اس طرح کرتا ہے جس طرح اپنی عبادت گاہ (مسجد) کا کرتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ﴾ (۹۲)

اگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے نہ روکتا تو خانقاہیں' گرجے' عبادت گاہیں اور مساجد جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب منہدم کر دیئے جاتے۔

یہ آیت مدنی ہے اور مدینہ میں مسلمان بے بس اور مجبور و مظلوم نہ تھے بلکہ ان کے پاس قوت اور دبدبہ تھا وہ کفار و مشرکین کو نہ صرف جواب دے سکتے تھے بلکہ ان کی دراز دستیوں اور شقاوتوں کا پورا بدلہ چکا سکتے تھے۔ نیز اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ عمدہ برتائو' دعوت و

نصیحت کے لیے شائستہ گفتگو، ان کی مقدس کتب ان کی عبادت گاہوں کا تقدس ہر حال میں برقرار رکھنا ضروری ہے قرآن کریم کی یہ تعلیم بین المذاہب ہم آہنگی کی طرف ایک اہم ترین قدم ہے۔

جلال الدین عمری فرماتے ہیں: "عبادت گاہوں کا انہدام اسلام کے نزدیک سراسر ناروا اور ظالمانہ عمل ہے، وہ انہدام کا نہ صرف مخالف ہے بلکہ وہ دوسری عبادت گاہوں کی بھی اسی طرح حفاظت چاہتا ہے جس طرح کہ مساجد کی چاہتا ہے۔(۹۳)

۹۔ تمام مذاہب کے معاہدات کا احترام

قرآن و حدیث میں معاہدات کی بار بار تاکید آئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔﴿ وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً ﴾(۹۴) عہد کو پورا کرو کیونکہ کے قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اسلام نے معاہدات کو اسلامی اور اخلاقی دونوں حیثیتوں سے بڑی اہمیت دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے دعوت حق کے فروغ اور استحکام کے لیے کثیر الجہات حکمت عملی اختیار فرمائی اور اقوام عالم کے ساتھ مختلف معاہدات کیے ان میں میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، فتح مکہ، معاہدہ نجران قابل ذکر ہیں۔ معاہدات کی پابندی سے بین المذاہب تصورات اور جذبات کو نظری اور عملی طور پر مضبوطی میسر آتی ہے اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ ملتا ہے۔

۱۰۔ مشترک انسانی اقدار:

اگر ہم عالمی مذاہب کا معروضی مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ تمام مذاہب انسانی زندگی کے تمام بنیادی اقدار پر متفق ہیں انصاف، امانت، عہد و پیمان، صدق، ہمدردی، ہم فیاضی، فراخدلی، صبر و تحمل، ضبط نفس، نرمی و شائستگی، فرض شناسی، احساس ذمہ داری وغیرہ سب کے نزدیک خوبیاں ہیں جبکہ ناانصافی، دیانت، بدعہدی، جھوٹ، سنگ دلی، ظلم، بخل، تنگ نظری، بے صبری، بندگی نفس، درشتی، نافرض شناسی، غیر ذمہ داری کو سب بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح سماجی زندگی کے لیے نظم و ضبط، تعاون، خیر خواہی، سبھی لازم قرار دیتے ہیں۔ بدنظمی، عدم تعاون، بدخواہی کو سب نقصان دہ اور مہلک مانتے ہیں۔ چوری، ڈاکو، زنا، جعل سازی، رشوت خوری سب کے نزدیک گناہ ہیں۔ غرضیکہ تمام مذاہب

فضائل اخلاق کا حکم اور رزائل اخلاق سے اجتناب کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یہ اقدار ہر مذہب کی یکساں میراث ہیں کسی مذہب کی ان پر اجارہ داری نہیں، نجات کے تصور میں مذاہب کے مابین اختلاف ہے لیکن اس باب میں کس کا اختلاف نہیں کہ نیک کاموں کے انجام دیئے بغیر اور برے کاموں سے دامن بچائے بغیر نجات نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔

تجاویز و سفارشات:

۱: عالمی اتحاد کے لیے مذاہب عالم کے مابین درج ذیل تجاویز اور سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۲: عالمی مذاہب کو اسلام کے عالمگیر نظریات سے روشناس کرایا جائے۔

۳: دین اسلام کے غلبہ کی کوشش کریں تا کہ ربانی مقصد پورا ہو سکے۔

۴: اسلام کے تصور رواداری، تحمل و برداشت کو اقوام عالم کے سامنے اجاگر کیا جائے۔

۵: نہ صرف مذاہب کا بلکہ ان کے بانیاں کا احترام کیا جائے اور ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے سے گریز کیا جائے۔

۶: امن بذریعہ طاقت کا فلسفہ ناکام ہو چکا ہے لہٰذا امن بذریعہ مکالمہ بین المذاہب کی سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔

۷: ہمیں غور کر لینا چاہیے کہ بین المذاہب اتحاد / مکالمہ کہیں بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریضہ اور اہل نجران کی آل و اولاد کی چال تو نہیں۔

۸: مذہبی جذبات (مذہبی عقائد، کتب و شخصیات) کو بھڑکانے سے گریز کیا جائے۔

۹: خدمت خلق اور حقوق انسانی کا تحفظ اور فروغ کو یقینی بنایا جائے۔

۱۰: سیاست و معاشرت کے باب میں اعتدال پسندی کو اختیار کیا جائے۔

۱۱: معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ کیا جائے۔

۱۲: قومی اور بین الاقوامی سطح پر عدل و انصاف قائم کیا جائے۔

۱۳: امت مسلمہ کو کسی ایسے معاہدے میں شریک نہیں ہونا چاہیے جو اسلام کی اہانت یا اہل اسلام کی رسوائی کا موجب ہو۔

۱۴: تمام مذاہب کے ساتھ مکالمہ کے لیے اسوہ حسنہ کی پیروی کی جائے۔

۱۵: الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے رواداری مفاہمت، مصالحت اور انسان دوستی کو پروان چڑھایا جائے۔

۱۶: عالمی سطح پر مکالمہ بین المذاہب کے لیے سیمینارز' کانفرنسز اور ورکشاپس وغیرہ منعقد کی جائیں۔

۱۷: بین المذاہب عالمی اتحاد کے فروغ کے لیے عالمی فکری تنظیم کی تشکیل کی جائے۔

۱۸: اگر ہم ان تجاویز پر عمل کریں گے تو بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی نہ صرف پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے بلکہ اپنے ملک اور عالم اسلام کا وقار و مستقبل محفوظ ہو گا اور یہ اشاعت اسلام کا ذریعہ بھی بنے گا۔ اِن شاء اللہ

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سورۃ الإنشقاق:۱۴

۲۔ ابن فارس، مقاییس اللغۃ ، ص:۲/۱۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳ عبد الرحیم بن صمایل السلمی' الحوار بین الادیان حقیقتۃ وانواعہ، ص:۲

۴ تفصیل کے لیے دیکھئے' ابوزید بن محمد، الحوار بین الأدیان حقیقتۃ و أنواعہ، ص :۱

۵ The Interfaith Conference of Metropolitan Washington, 2002, Interfaith Conference

۶ http://web.worldbank.org

۷ ایضاً

۸ اخبار تحقیق، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ص:۳، جون ۲۰۰۵ء

۹ الحوار بین الادیان حقیقتۃ وانواعہ 'ص:۲

۱۰ آل عمران:۹۹

۱۱ سورۃ البقرۃ:۱۲۰

۱۲ سورۃ ھود:۳۲

۱۳ سورۃ الانعام:۸۰

۱۴ مثلاً سورۃ الاعراف، سورۃ الھود، سورۃ القصص وغیرہ

۱۵ سورۃ البقرۃ:۳۰

۱۶ سورۃ حم سجدہ:۳۳

۱۷ الحوار بین الادیان، ص:۷، شبکۃ القلم

۱۸ سورۃ آل عمران:۶۴

۱۹ سورۃ المائدۃ:۱۹

۲۰ سورۃ النساء: ۱۷۱

۲۱ سورۃ النساء:۴۷

۲۲ سورۃ البقرۃ:۴۷

۲۳ سورۃ المائدہ:٦٦

۲۴ سورۃ آل عمران:۷۰

۲۵ الحوار بین الادیان، ص:۷

۲٦ سورہ النحل:۱۲۵

۲۷ سورۃ آل عمران:٦۱

۲۸ الحوار بین الادیان، ص:۹

۲۹ سورہ آل عمران:٦۴

۳۰ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، ص:۲/ ۴۴، دار الکتب علمیہ بیروت لبنان

۳۱ صفدر حسن صدیقی، مذہب رواداری، ص:۴۴، عوامی کمپلیکس نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

۳۲ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، الوثائق السیاسیۃ، ص:١٦

۳۳ ابو الحسن علی ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:۲۲۷، نشریات اسلام کراچی، ۱۹۹۲ء

۳۴ ابن منظور، لسان العرب، ص:۱/ ۷۲، دار المعارف، قاہرہ

۳۵ New Collegiate Dictionary ،ص:۴٦۵، مطبوعہ لندن ۱۹۹۱ء

۳٦ راغب اصفہانی، مفردات القرآن (الدین) دار صادر بیروت

۳۷ الجرجانی، التعریفات، ص:۸۳، دار المعرفۃ بیروت

۳۸ ابو حنیفہ، الفقہ الاکبر مع شرح ملا علی قاری، ص:۹۰، قاہرہ مصر

۳۹ دین الحق (سورۃ البقرہ:۳۳) دیناً (سورۃ المائدہ:۳) الدین القیم (سورۃ الروم:۳۰) دین اللہ (سورۃ النصر:۲)

۴۰ فرید وجدی، تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ، ص:۴۱، قاہرہ

۴۱ خورشید، اسلامی نظریہ حیات، ص:۳۹، شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی، ۱۹۲۸ء

۴۲ James H. Lube, God or Man (Religion) London 1934

۴۳ سورۃ الروم:۳۰

۴۴ سورۃ الرعد:۷

۴۵ Plutarch , Nity Anderty, P112, London

۴۶ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہ، ص:۱۴، مترجم نذیر حق، فرید بک ڈپو، دہلی، ۲۰۰۳ء

۴۷ محمد اقبال، کلیات اقبال، ص:۳۴۴، ادارہ اکادمی ادبیات، لاہور

۴۸ Encyclopedia of Religion and ethics "Religion" 1967,Encyclopedia Britannica, 9th Edition 1984,Encyclopedia, Americana, New York, Edition 1947

غلام رسول، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص:۵۹، علمی کتب خانہ، ۱۹۹۸ء لاہور

۴۹ http://wwwadherents.com/Relition_by_Adherents.html

۵۰ احمد عبداللہ، مذاہب عالم، ص:۳۳، حاجی حنیف اینڈ سنز، ۲۰۰۴ء

۵۱ ایضاً

۵۲ سورۃ البقرۃ:۲۵۶

۵۳ سورۃ الکافرون:۶

۵۴ ابن کثیر، تفسیر القران العظیم، تفسیر سورۃ الکافرون، دار صادر، بیروت

۵۵ سورۃ القلم:۹

۵۶ ابن ہشام، السیرۃ، ص:۱/ ۴۴، مصطفی البابی الحلبی، مصر

۵۷ مولانا وحید الدین خان، ماہنامہ تذکیر لاہور، ص:۱۹، مئی ۲۰۰۱

۵۸ سید علی گیلانی، روداد قفس، ص:۱/ ۲۷۳، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

۵۹ ڈاکٹر محمد عمر، ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر، ص: ۳۵، مجلس نشریات اسلام، کراچی

۶۰ صدر الدین اصلاحی، دین کا قرآنی تصور، ص:۲۰۱

۶۱ سورۃ الاعراف:۱۵۸

۶۲ ابن ہشام، السیرہ، ص:۱/ ۳۲

۶۳ ابن جریر الطبری، تفسیر الطبری، ص:۳/ ۵۳۲، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ

۶۴ فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ص:۷/ ۹۰، مکتبہ العلوم الاسلامی، تہران
۶۵ جلال الدین سیوطی، الدر المنثور، ص:۲/ ۲۳۵، دار الفکر بیروت
۶۶ شہاب الدین آلوسی، روح المعانی، ص:۲/ ۱۸۶، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۵۱
۶۷ محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر، ص:۱/ ۳۱۷، مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۴۹ھ
۶۸ قاضی ثناء اللہ التفسیر المظہری، ص:۲/ ۲۳، مکتبہ حبیبیہ، کوئٹہ
۶۹ سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ص:۲/ ۲۶۲، مکتبہ تفسیر انسانیت لاہور، ۱۹۸۳ء
۷۰ محمد شفیع، معارف القران، ص:۲/ ۸۷، ادارہ المعارف کراچی
۷۱ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر، ص:۲/ ۲۷۶، دار المعرفۃ بیروت
۷۲ محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر، ص:۱/ ۳۱۷، مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۴۹ھ
۷۳ ابن کثیر، تفسیر القران العظیم، ص:۲/ ۳۷۱
۷۴ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی، التفسیر المنیر، ص: ۲/ ۲۸۶
۷۵ سورۃ الانبیاء، ۲۵
۷۶ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص:۵۰۸، شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی، ۱۹۲۸ء
۷۷ سورۃ الشوریٰ:۱۳
۷۸ سورۃ الانعام:۹۸
۷۹ سورۃ لقمان:۲۸
۸۰ سورۃ البقرۃ:۳۸
۸۱ سورۃ بنی اسرائیل:۷۰
۸۲ سورۃ التین:۴
۸۳ ابو الحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت، ص:۲۷، مجلس نشریات اسلام، کراچی
۸۴ محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۲۲۸، دار الاشاعت کراچی
۸۵ منٹگمری، اسلام کیا ہے، ص:۱۶، لندن ۱۹۶۸ء

۸۶ سورۃ الدھر:۳

۸۷ سورۃ یونس:۹۹

۸۸ سورۃ المائدہ:۴۷

۸۹ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۱۶۲

۹۰ سورۃ الأنعام:۱۰۸

۹۱ سورۃ المائدہ:۴۸

۹۲ سورۃ الحج:۴۰

۹۳ سید جلال الدین عمری، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، ص:۲۵۱

۹۴ سورۃ الإسراء: ۳۴

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆